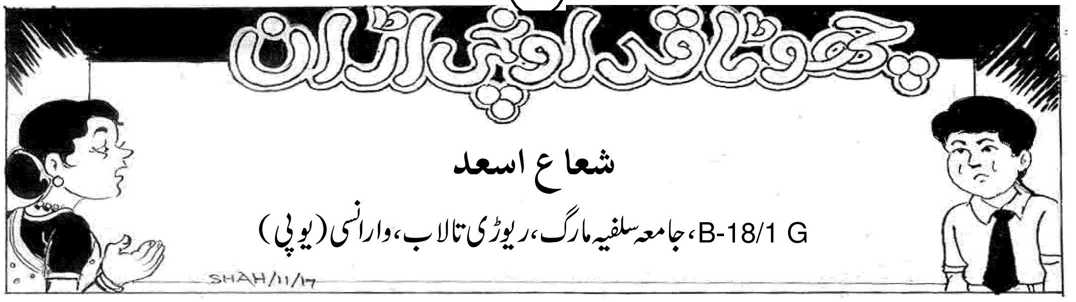

شعاع اسعد

B-18/1 G، جامعہ سلفیہ مارگ، ریوڑی تالاب، وارانسی (یوپی)

''امی، امی، بونا کسے کہتے ہیں؟'' شکیب دوڑتے ہوئے باہر سے آیا اور تخت پر بیٹھی سبزی کاٹتی ہوئی امی سے پوچھا۔ ''لیکن بیٹا، تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟'' امی نے چاقو برتن میں رکھ دیا اور شکیب کی طرف متوجہ ہوئیں۔ ''امی، میں باہر سعد اور کاشان کے ساتھ کھیل رہا تھا تو میں نے اس سے بیٹ مانگا تو اس نے کہا کہ ابے تو کہاں سے کھیلے گا بونے کہیں کا۔ اسی لیے میں آپ سے پوچھ رہا ہوں کہ بونا کسے کہتے ہیں۔'' شکیب نے پوری بات تفصیل سے بتاتے ہوئے اپنی امی سے پھر سوال کیا۔ امی اس کی بات پر الجھ گئیں، لیکن پھر انہوں نے اس کے سراپے پر نظر ڈال کر اسے کپڑے تبدیل کرنے کے لیے بھیج دیا اور شکیب سر ہلاتا باتھ روم میں چلا گیا۔

دراصل شکیب قد میں چھوٹا تھا، بچپن میں تو کسی نے توجہ نہیں دی، لیکن جب وہ اسکول جانے کی عمر کو پہنچا تو اس کے والدین کو بھی احساس ہوا، ڈاکٹر کے پاس لے گئے تو ڈاکٹر نے انہیں تسلی دی اور کہا کہ گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے۔ بچوں کے بڑھنے کی ایک عمر ہوتی ہے اس کی بھی ابھی عمر ہے۔ دوا وغیرہ دی اور کہا کہ آگے کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

بچپن میں تو شکیب کو اس بات کا احساس نہیں ہوا کہ وہ عام لڑکوں سے مختلف ہے، لیکن بچپن کی حدود پھلانگ کر جب اس نے نوجوانی کی حدود میں قدم رکھا تو اسے قدم قدم پر اس بات کا احساس دلایا جاتا کہ وہ عام آدمیوں سے مختلف ہے یہاں تک کہ بعض لوگ تو اسے ابنارمل تصور کرتے تھے۔ یہ سب باتیں سن سن کر اس کا دل اداس ہو جایا کرتا تھا، اسے لگتا تھا کہ وہ کسی اور دنیا کی مخلوق ہے۔

کلاس میں گڈ مارننگ سر کہنے کے لیے جب تمام اسٹوڈنٹ کھڑے ہوتے تو وہ سب سے چھوٹا ہونے کی وجہ سے نہیں دکھ پاتا تھا تو اس کے کلاس میٹ اسے پریشان کرتے کہ شکیب اگر بینچ پر بھی کھڑا ہو جائے تو ہماری برابری نہیں کر سکے گا۔ یہ سب باتیں سن کر وہ آبدیدہ ہو جایا کرتا تھا اور اس کے اندر پڑھنے اور پڑھ کے کچھ بننے کی چاہ دھیرے دھیرے معدوم ہوتی جاتی۔

ایک دن انٹرول میں جب سب لڑکے ٹفن کر رہے تھے تو وہ اداسی کے ساتھ کلاس سے متصل گارڈن میں چلا آیا۔ ٹفن تو وہ لے کر آیا تھا، لیکن کھانے کا من نہیں کر رہا تھا۔ وہ ایک پیڑ کے نیچے بیٹھ گیا، گزشتہ دنوں کی

باتیں یاد کرکے اسے رونا آرہا تھا، لیکن پھر بھی ضبط کئے بیٹھا رہا۔ فاریہ میڈم جو راؤنڈ کر رہی تھیں اسے اس طرح بیٹھا دیکھ کر رک گئیں اور اس کے پاس آئیں۔ شکیب نے چونک کر انہیں دیکھا اور کھڑا ہو گیا، لیکن سر نیچے کئے رکھا مبادا کہیں وہ آنکھوں میں تیرتی نمی کو نہ دیکھ لیں۔ فاریہ میڈم نے اس کا چہرہ اونچا کیا اور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولیں: ''کیا بات ہے شکیب؟ یہاں پر کیوں بیٹھے ہو؟ کوئی بات ہے؟ کسی سے جھگڑا ہوا ہے؟'' اس نے نا کے انداز میں سر ہلا دیا، لیکن دو آنسو اس کی آنکھوں سے لڑھک کر گال پر آگئے اور اس کے اندر چھپے غم کو عیاں کر ڈالا۔ میڈم نے اس کی آنکھوں سے آنسو پونچھے اور اسے پاس رکھی کرسی پر بٹھا دیا اور خود اس کے ساتھ بیٹھ گئیں۔ ''کیا تم مجھے بتانا پسند کروگے کہ کس بات نے تمھیں اس قدر اداس اور رونے پر مجبور کر دیا ہے۔ تم مجھے اپنا دوست سمجھو اور ساری باتیں مجھ سے کہہ ڈالو'' میڈم نے اس کے سر کے بالوں کو سنوارتے ہوئے محبت بھرے انداز میں کہا۔

''میڈم! مجھے خدا نے ایسا کیوں بنایا ہے؟ دوسرے انسانوں سے مختلف؟ مجھے کلاس میں سب چھوٹا اور بونا کہتے ہیں، میم مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا۔ میں بھی چاہتا ہوں کہ اتنا اونچا رہوں کہ سب مجھ سے سر اٹھا کر بات کریں، لیکن جب وہ مجھے دیکھتے ہیں اور ان کا سر نیچا رہتا ہے تو مجھے لگتا ہے کہ گویا میں زمیں بوس ہو گیا ہوں۔ میں ایسا نہیں بننا چاہتا۔'' یہ سب کہتے کہتے شکیب کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ یہ چھوٹا سا بچہ اپنے اندر کتنے غم لیے ہوئے ہے۔ کاش وہ اس کے لیے کچھ

کر سکتیں۔ انہیں ہمیشہ سے شکیب بہت اچھا لگتا تھا۔ فاریہ میڈم نے اسے سمجھانا شروع کیا: ''دیکھو شکیب بیٹے! تم کیسے ہو اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے اور نہ ہی تمہارے بنانے والے کا کوئی قصور ہے۔ دراصل بیٹے یہ دنیا ہی ایسی ہے اور دنیا والے کسی کو بھی اس کی موجودہ حالت پر چین نہیں لینے دیتے۔ کوئی اگر لمبا ہے تو اس پر بھی اعتراض اور اگر کوئی پستہ قد ہے تو اس پر بھی تنقید، لیکن بیٹا تم ایسا نہ سوچو۔ تم اپنے اندر کوئی ایسی خوبی پیدا کرو کہ تمہاری یہ خامی خود بخود پوشیدہ ہو جائے۔ تم اپنا دل پڑھنے میں لگاؤ اور اچھا نمبر لے کر آؤ تو جو تم سے

جلتے ہیں وہ خود تمہارے آگے پیچھے رہنے لگیں گے۔''

فاریہ میڈم کی نصیحت نے اس کے دل ودماغ میں ایک انقلاب برپا کر دیا اور اس نے ان کی کہی ہوئی باتوں کو اپنے دماغ میں محفوظ کرلیا۔ ذہین تو وہ تھا ہی بس تشجیع کی ضرورت تھی جو فاریہ میڈم نے پوری کردی۔ اس کے بعد اس نے کسی کے کہنے پر غور نہیں کیا نہ ہی غصہ ہوتا بلکہ اس کی طرف تو دھیان ہی نہیں دیتا۔ بس اس کے دماغ میں ایک ہی بات بیٹھ گئی۔ پڑھنا اور اچھے نمبر لانا اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ فاریہ میڈم بھی اس کا بہت ساتھ دیتیں۔ اگر وہ ناامید ہوجاتا تو اس کو سمجھا تیں، اسے مقابلے میں حصہ لینے کے لیے ابھارتیں اور کامیابی پر اسے مبارکباد دیتیں اور ساتھ ہی ڈھیر سارے گفٹس لاتیں۔ ان کی محبتوں اور شفقتوں کے زیرسایہ اب وہ ہائی اسکول تک آگیا اور اسے اس سال بورڈ کا امتحان دینا تھا۔ وہ بہت گھبراتا لیکن فاریہ میڈم اسے حوصلہ دیتیں۔ بالآخر خوب محنت اور تیاری کے ساتھ اس نے ایگزام دیا اور بہت انتظار کے بعد جب رزلٹ آیا تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس نے اپنے اسکول میں ٹاپ کیا تھا۔ اس کے برابر کسی کا نمبر نہیں تھا۔ جب پرنسپل نے اسے انعام دینے کے لیے بلایا تو وہ شاکڈ رہ گیا اسے یقین نہیں ہوا کہ یہ میں ہی ہوں۔ اسٹیج تک پہنچا اور پرنسپل کے ہاتھوں انعام لینے کے بعد اس نے ان الفاظ میں شکریہ ادا کیا تھا:

''میرے عزیز ساتھیو! میں اس وقت اپنے پروردگار کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہوگا کہ اس نے مجھے یہ دن دکھایا ہے، لیکن یہ دن دیکھنے کے لیے مجھے اس سے پہلے کس احساس سے دوچار ہونا پڑا ہے میں اس میں اپنا قیمتی وقت برباد نہیں کرنا چاہتا۔ میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ:

مسلسل کاوشوں سے ہی بنا کرتی ہیں تقدیریں
جو تھک کر بیٹھ جاتے ہیں انہیں منزل نہیں ملتی

محنت اور جدوجہد کامیابی حاصل کرنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ اگر آپ کے اندر لگن ہے تو آپ کو اونچائی پر چڑھنا اور اور پہاڑوں کو سر کرنے میں بڑا مزہ آئے گا، لیکن یہی چیز اگر آپ کے اندر نہیں تو آپ کی بنیاد بہت کمزور ہوجائے گی۔ میں اس موقع پر اپنے تمام ٹیچروں کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ فاریہ میڈم کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا۔ میری اس کامیابی کے پیچھے ان کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ انھوں نے ایک مشفق ماں اور مخلص دوست کی طرح میری حوصلہ افزائی فرما کر میرے اندر چھپی صلاحیت کو جلا عطا کی۔ میں اس موقع پر اگر ان کا شکریہ ادا نہ کروں تو بڑی ناانصافی ہوگی، کیونکہ جن سے بھی کچھ سیکھا جاتا ہے ان کی عزت اور ان کا احترام کرنا اولین فرض ہے۔ انہی باتوں کے ذریعے میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔'' تالیوں کے پرشور آواز کے ساتھ وہ انعام لے کر واپس اپنی جگہ پر آبیٹھا اور دوسری ٹیچروں کے ساتھ بیٹھی فاریہ میڈم کی آنکھوں میں بھی خوشی کے آنسو رقص کر رہے تھے۔

OO